مذہبی انتہاپسندی (غلو فی الدین): ایک تجزیہ

عبدالرحمن قاسمی*
محمد امجد**

Abstract

Religious extremism has become one of the main problems of the world today and many non-Muslims believe that religious extremism is synonymous to Islam. This article discussed the topic of religious extremism and presents the solution to the problem. The Quran used the word *'Ghuluw'* which can fairly be translated as extremism. The term is defined as 'elevating someone or something to a level higher than its true reality'. If we look carefully into Islamic teachings we will see that Islam does not approved extremism, especially with regard to religion. Islam not only disapproved extremism, but also urges us to be moderate and disassociate ourselves from extremism.

KEYWORDS*: Religious extremism, Ghuluw, Islamic teachings*

آج کی دنیا انتہاپسندی کے مختلف الانواع رجحانات کا شکار ہے اور ان میں سے ایک اہم رجحان مذہبی انتہاپسندی کا ہے۔ آج دنیا انتہاپسندی اور اس کے پہلو سے جنم لینے والی دہشت گردی سے پریشان ہے۔ یوں تو دنیا کے ہر بڑے مذہب میں انتہاپسندی کے رجحانات رکھنے والے افراد موجود ہوتے ہیں لیکن اسلام کو شدت سے مطعون کیا جاتا ہے کہ یہ انتہاپسندی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور مسلمان انتہاپسند ہوتے ہیں۔ اسلام اور انتہاپسندی کو مترادف سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ نصوص کی روشنی میں واضح کیا جائے کہ انتہاپسندی کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے اور اس کے تدارک کے لیے اسلام نے کیا اقدامات کیے ہیں۔

* غازی عبدالرحمن قاسمی، لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج، ملتان۔
** ڈاکٹر محمد امجد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا، یونی ورسٹی، ملتان۔

انتہا پسندی کا مفہوم

انتہا پسندی کے لیے عربی زبان میں "غلو" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

امام راغب الاصفہانیؒ (م ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:

الغُلُوُّ: تجاوز الحدّ (۱)

"حد سے تجاوز کرنا غلو کہلاتا ہے۔"

امام راغب الاصفہانیؒ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

الغلو: الخروج عن القصد، و مفارقة العدل (۲)

"میانہ روی سے نکلنا اور اعتدال سے الگ ہونا غلو کہلاتا ہے۔"

انگریزی زبان میں انتہا پسندی کے لیے "Extremism" کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ جس کے مختلف "Dictionaries" میں متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں۔

According to the Oxford Advanced Learner's Dictionary

"Extremism:Political, Religious etc. ideas or actions that are extreme and not normal, reasonable or acceptable to most people. (3)

"ایسے سیاسی، مذہبی خیالات یا اقدامات جو نارمل کیفیت سے نکل کر انتہا تک پہنچ جائیں اور لوگوں کی اکثریت کے ہاں وہ معقول یا قابل قبول نہ ہوں انتہا پسندی کہلاتے ہیں۔"

مذہبی انتہا پسندی کا مفہوم

مذہبی انتہا پسندی سے مراد دینی معاملات میں حد سے بڑھنا ہے جبکہ اسلام معتدل دین ہے جو افراط اور تفریط کے درمیان واقع ہے۔ امام رازیؒ (م ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

والغلو نقیض التقصیر. و معناه الخروج عن الحد، و ذلک لأن الحق بین طرفي الإفراط و التفریط، و دین الله بین الغلو و التقصیر (۴)

"اور غلو کمی اور کوتاہی کی ضد ہے۔ غلو کا معنی حد سے نکل جانا، اور یہ اس لیے کہ حق، زیادتی اور کمی کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ اور اللہ کا دین شدت اور کمی کے درمیان ہے۔"

مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں جو وسعت اور اعتدال پسندی ہے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے مذہبی تعلیمات اور معاملات کو ایسی انتہا کی بھینٹ چڑھا دینا، جو روح شریعت سے متصادم ہو، مذہبی انتہا پسندی ہے۔

مذہبی انتہا پسندی کا آغاز

مذہبی انتہا پسندی کی تاریخ اور آغاز پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کا تعلق صرف امت مسلمہ سے نہیں ہے بلکہ یہ سوچ اور نظریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہودیت وعیسائیت یا مسیحیت میں بھی موجود تھا مثلاً یہود نے حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ جس کی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے اپنی اپنی اقوام کو دعوت توحید دی اور فلاح دارین کے راز بتائے کہ اللہ کی اطاعت میں ہی سب کچھ مضمر ہے۔ کچھ عرصے وہ اپنے مذہب کی اصل تعلیمات پر عمل پیرا رہے مگر جب وہ اپنے انبیاءؑ کے بتائے ہوئے طریقۂ اطاعت اور اعتدال کے حصار کو توڑ کر باہر نکلے تو ان میں انتہا پسندی اور شدت پسندی کا جذبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ انھوں نے ایسی ایسی باتیں کہنی شروع کی جو ان کے انبیاء کی بنیادی تعلیمات سے متصادم تھیں۔

یہود و نصاریٰ میں انتہا پسندی کی مثالیں

۱۔ مثلاً یہود نے حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ قرآن کریم میں ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (۵)

"اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔"

یہ حد سے بڑی ہوئی بات تھی اس کے جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا:

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (۶)

"یہ ان کی منھ کی باتیں ہیں وہ کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں اللہ انھیں ہلاک کرے یہ کدھر الٹے جارہے ہیں۔"

۲۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ غلو میں مزید آگے بڑھے اور خود کو خدا تعالی کے بیٹے قرار دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (۷)

"اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔"

یہ بھی ایک حد سے بڑھی ہوئی بات تھی چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے استفہامیہ انداز میں فرمایا:

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ (۸)

"کہہ دو پھر تمھارے گناہوں کے باعث وہ تمھیں کیوں عذاب دیتا ہے بلکہ تم بھی اور مخلوقات کی طرح

ایک آدمی ہو جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے اور آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

چونکہ یہود کی یہ باتیں انتہا پسندی پر مبنی تھیں اس لیے اللہ تعالی نے یہود و نصاریٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو پھر تمھاری نافرمانیوں اور گناہوں کے باعث اللہ تمھیں عذاب کیوں دیتا ہے؟ سوچنے کا مقام ہے۔

۳۔ پھر ایک ایسا وقت آیا کہ یہود و نصاری ایک دوسرے کے اس قدر خلاف ہوئے کہ ایک دوسرے کی نفی کرنے لگے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (۹)

"اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ ٹھیک راہ پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی راہ حق پر نہیں ہیں حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں ایسی ہی باتیں وہ لوگ بھی کہتے ہیں جو بے علم ہیں پھر اللہ قیامت کے دن ان باتوں کا، کہ جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں، خود فیصلہ کرے گا۔"

یہ بھی یہود و نصاریٰ کی انتہا پسندی کی واضح مثال ہے کہ صرف خود کو راہ حق پر سمجھا اور دوسرے کو راہ حق سے دور قرار دیا۔ چنانچہ ان کو غلو سے منع کیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ (۱۰)

"اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو۔"

بعض کہتے ہیں یہ آیت نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں یہود و نصاریٰ دونوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ (۱۱)

اس آیت کی تفسیر میں چند مفسرین کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ امام قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ويعني بذلک فيما ذكره المفسرون غلو اليهود في عيسى حتى قذفوا مريم، وغلو النصارى فيه حتى جعلوه ربا، فالإفراط والتقصير كله سيئة وكفر (۱۲)

"مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہود کا غلو عیسیٰؑ کے بارے میں یہ تھا کہ ان کی والدہ مریمؑ پر بہتان لگائے، اور نصاریٰ کا غلو یہ تھا کہ انھوں نے عیسیٰؑ کو رب قرار دیا، زیادتی اور کمی دونوں گناہ اور کفر ہیں۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

قیل الخطاب للفریقین الیهود والنصاری فالیهود غلت فی تنقیص عیسی حتی کذبوه وسبوا امه والنصاری فی رفعه حتی اتخذوه الها[۱۳]

"کہا گیا کہ یہ خطاب یہود ونصاریٰ دونوں فریقوں کو ہے۔ یہود نے غلو کیا عیسیٰؑ کی تنقیص کی حتیٰ کہ ان کو جھٹلایا اور ان کی والدہ کو برا بھلا کہا اور نصاریٰ نے عیسیٰؑ کا مرتبہ اتنا بلند کیا کہ خدا بنالیا۔"

امام جمال الدین قاسمیؒ (م-۱۳۳۲ھ) لکھتے ہیں:

يا أَهْلَ الْكِتابِ لا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ أي: بالإفراط في رفع شأن عيسى عليه السلام وادعاء ألوهيته. فإنه تجاوز فوق المنزلة التي أوتيها. وهي الرسالة. واستفيد حرمة الغلو في الدين وهو مجاوزة الحد[۱۴]

"اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو، یعنی عیسیٰؑ کی شان بڑھانے میں اور ان کے لیے الوہیت کا دعویٰ کرنے میں افراط سے کام نہ لو، بے شک یہ اس مرتبے سے تجاوز کرنا ہے جو ان کو دیا گیا اور وہ مرتبہ رسالت ہے۔ اور اس آیت سے یہ فائدہ بھی معلوم ہوا کہ دین میں غلو حرام ہے اور وہ حد سے تجاوز کرنا ہے۔"

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا یہود ونصاریٰ نے غلو کرتے ہوئے شرعی حدود سے تجاوز کیا، حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں افراط وتفریط پر مبنی نظریات قائم کیے جو ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئے۔

مذہبی انتہاپسندی قرآن کی روشنی میں

جیسا کہ یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ غلو اور انتہا پسندی حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ اس بات کی بڑی صراحت سے وضاحت کرتا ہے کہ اس کے جملہ احکامات اوامر ونواہی میں اعتدال کا تناسب ہے۔ جن میں شدت پسندی، انتہا پسندی کی سرے سے گنجائش موجود نہیں ہے۔ اس لیے لوگوں کی ذہن سازی ہونی چاہیے کہ قرآن کریم میں انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن کریم میں غلو (انتہا پسندی) کی سختی سے ممانعت آئی ہے۔ یہود ونصاریٰ نے جب غلو کیا تو اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں منع کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ[۱۵]

"کہہ دیجئے! اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق زیادتی مت کرو۔"

علامہ جاراللہ زمخشریؒ (م ۵۳۸ھ) لکھتے ہیں:

غَير الْحَقِّ صفة للمصدر أی لا تغلوا في دينكم غلوا غير الحق أی غلوا أباطلا[۱۶]

"غیر الحق مصدر کی صفت ہے یعنی لا تغلوا في دينكم غلوا غير الحق، تم اپنے دین میں ناحق حد سے نہ نکلو یعنی غلو باطل نہ کرو۔"

علامہ زمخشریؒ کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں "غیر الحق" کی قید سے "غلو حق" کی اجازت دینا ہے اور غلو باطل کی ممانعت کرنا ہے۔ چنانچہ انھوں نے "غلو" کی دو قسمیں بیان کی ہیں: غلو حق اور غلو باطل، اور دیگر ائمہ نے بھی ان کے موقف کی تائید کی ہے۔

جبکہ دیگر بعض اہل علم کے ہاں غلو حق کا کوئی مطلب نہیں ہے بلکہ غلو "ناحق" ہی ہوتا ہے۔ جن میں امام راغبؒ، قاضی شہاب الدینؒ، قاضی ثناء اللہؒ، علامہ آلوسیؒ و مفتی محمد شفیع شامل ہیں۔

علامہ زمخشری کا موقف

علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں:

لأنّ الغلو في الدين غلوّان غلوّ حق، وهو أن يفحص عن حقائقه ويفتش عن أباعد معانيه، ويجتهد في تحصيل حججه كما يفعل المتكلمون من أهل العدل والتوحيد رضوان اللهَ عليهم وغلوّ باطل وهو أن يتجاوز الحق ويتخطاه بالإعراض عن الأدلة واتباع الشبه، كما يفعل أهل الأهواء والبدع (١٧)

"غلو فی الدین کی دو صورتیں ہیں، غلو حق یہ ہے کہ انسان حقائق کو ظاہر کرے اور دور کے معانی کی تحقیق کرے اور اس کے دلائل کے حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرے، جیسا کہ حضرات متکلمین کا طرز عمل ہے۔ اور غلو باطل، حق سے تجاوز، دلائل شرعیہ سے اعراض، اور شبہات کی پیروی کرنا جیسا کہ خواہشات اور بدعات کی پیروی کرنے والے کرتے ہیں۔"

امام فخر الدین رازیؒ کا رجحان بھی اس طرف ہے وہ لکھتے ہیں:

لأن الغلو في الدين نوعان: غلو حق، وهو أن يبالغ في تقريره وتأكيده، وغلو باطل وهو أن يتكلف في تقرير الشبه وإخفاء الدلائل (١٨)

"غلو فی الدین کی دو قسمیں ہیں۔ غلو حق یہ ہے کہ انسان دین کے اثبات اور تاکید میں مبالغہ کرے، اور غلو باطل یہ ہے کہ انسان شبہات کو ثابت کرنے اور دلائل کو چھپانے میں تکلف کرے۔"

امام ابو العباس احمد بن یوسف الحلبیؒ (م ۷۵٦ھ) لکھتے ہیں:

لا تغلُوا فيه وهو باطلٌ، بل اغْلُوا فيه وهُوَ حَقٌّ؛ ويؤيِّد هذا ما قاله الزمخشريُّ (١٩)

"دین میں غلو باطل نہ کرو، بلکہ دین میں جو غلو کرو وہ حق ہو، اور اس کی تائید زمخشری کے کلام سے بھی ہوتی ہے۔"

امام محمد بن حسین القمی النیشاپوریؒ (م-۸۵۰ھ) لکھتے ہیں:

بأن الغلو في الدين غلوان، حق وهو أن يبالغ في تقرير الحق وتوضيحه واستكشاف حقائقه، وباطل وهو أن يتبع الشبهات على حسب الشهوات، والثاني منهي عنه دون الأوّل (٢٠)

"غلو فی الدین دو قسم کے ہیں: غلو حق یہ ہے کہ حق کے ثابت کرنے اور اس کی وضاحت اور حقائق کے

کھولنے میں مبالغہ کرنا ہے، اور غلو باطل، وہ خواہشات کے مطابق شبہات کی اتباع کرنا ہے، اور یہ دوسری قسم ممنوع ہے نہ کہ پہلی قسم۔"

امام شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

واما الغلو في الحق بابلاغ كلية الجهد في البحث عنه واستخراج حقائقه فليس بمذموم[۲۱]

"اور رہا غلو فی الحق کہ شرعی مباحث اور حقائق کے استخراج میں انتہائی درجہ کی کوشش کرنا یہ مذموم نہیں ہے۔"

اختصار کے پیش نظر چند مفسرین کے اقوال درج کیے ہیں، وگرنہ اور بھی اہل علم کا یہی موقف ہے۔ جن میں ابو حیان اندلسیؒ (م ۷۴۵ھ) امام ابو حفص عمر بن علیؒ (م ۷۷۵ھ) امام الخطیب الشربینی (م ۹۷۷ھ) امام نووی الجاویؒ (م ۱۳۱۶ھ) امام جمال الدین قاسمیؒ (م ۱۳۳۲ھ) شامل ہیں[۲۲]

غلو حق اور باطل کی تشریح اور وضاحت میں ائمہ کے مذکورہ بالا اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے خلاصہ درج ذیل ہے۔

غلو حق

حق کی معرفت، اثبات، توضیح اور حقائق کے استخراج اور چھان بین میں پوری کوشش اور انتہا کرنا۔ جیسا کہ عقائد کے مسائل میں متکلمین حضرات اور فقہی مسائل کے اخذ واستنباط میں فقہاء کا طریقہ کار سامنے آتا ہے کہ وہ بڑی گہرائی میں جاکر غور وفکر کر کے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں، یہ مذموم نہیں ہے۔

غلو باطل

خواہشات کی اتباع میں مشتبہات کے ثابت کرنے کی کوشش، دلائل کا چھپالینا، یہ مذموم ہے۔

امام راغبؒ وغیرہ کا موقف

امام راغبؒ (م ۵۰۲ھ) کے ہاں غلو حق کا کوئی مطلب و مفہوم نہیں ہے غلو "ناحق" ہی ہوتا ہے۔

علامہ محمود آلوسیؒ (م-۱۲۷۰ھ) اس بارے میں اپنی رائے دیتے ہوئے امام راغب کے موقف کو بطور تائید نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غَيْرَ الْحَقِّ نصب على أنه صفة مصدر محذوف أي غلو غير الحق - أي باطلا - وتوصيفه به للتوكيد فإن الغلو لا يكون إلا غير الحق على ما قاله الراغب[۲۳]

"غَيْرَ الْحَقِّ، مصدر محذوف غلو کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ عبارت یوں ہوگی غلو غیر الحق، یعنی باطل غلو نہ کرو، اور یہ صفت تاکید کے لیے لائی گئی ہے اس لیے کہ غلو ناحق ہی ہوتا ہے جیسا کہ

امام راغبؒ نے کہا۔"

قاضی شہاب الدین خفاجیؒ (م ۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

غیر الحق صفة مصدر أي غلوا غیر حق، و وصفه به للتوکید فإن الغلو لا یکون إلا غیر حق (۲۴)

"غیر الحق مصدر کی صفت ہے ای غلوا غیر الحق اور یہ صفت تاکید کے لیے لائی گئی ہے۔ اس لیے کہ غلو غیر حق میں ہی ہوتا ہے۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

غَیْرَ الْحَقِّ منصوب علی المصدریة ای غلوا باطلا غیر الحق وفیه تأکید والا فالغلو لا یکون الا باطلا (۲۵)

"غَیْرَ الْحَقِّ، مصدر محذوف غلو کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور اس میں تاکید ہے وگرنہ غلو صرف باطل میں ہوتا ہے۔"

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

"آیت مذکورہ میں لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ کے ساتھ لفظ غیر الحق لایا گیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ناحق کا غلو مت کرو، یہ لفظ محققین اہل تفسیر کے نزدیک تاکید کے لیے استعمال ہوا ہے، کیونکہ غلو فی الدین ہمیشہ ناحق ہوتا ہے اس میں حق ہونے کا احتمال ہی نہیں اور علامہ زمخشری وغیرہ نے اس جگہ غلو کی دو قسمیں قرار دی ہیں، ایک ناحق اور باطل جس کی ممانعت اس جگہ کی گئی ہے۔ دوسرے حق اور جائز جس کی مثال میں انھوں نے علمی تحقیق و تدقیق کو پیش کیا ہے۔ جیسا کہ عقائد کے مسائل میں حضرات متکلمین کا اور فقہی مسائل میں فقہاء رحمہم اللہ کا طریقہ رہا ہے، ان کے نزدیک یہ بھی اگرچہ غلو ہے۔ مگر غلو حق اور جائز ہے، اور جمہور کی تحقیق یہ ہے کہ یہ غلو کی تعریف میں داخل ہی نہیں، قرآن وسنت کے مسائل میں گہری نظر اور موشگافی جس حد تک رسول کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین سے ثابت ہے وہ غلو نہیں اور جو غلو کی حد تک پہنچے وہ اس میں بھی مذموم ہے۔" (۲۶)

لیکن بعض محققین نے کہا "غیر الحق" یہ تاکید کے لیے نہیں بلکہ تقیید کے لیے ہے۔ اور امام راغب کا قول قابل تسلیم نہیں ہے۔ قاضی شہاب الدین خفاجیؒ (م ۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

وقیل إنه للتقیید لأنه قد یکون غیر حق، و قد یکون حقا کالتعمق في المباحث الکلامیة (۲۷)

"اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صفت تقیید کے لیے ہے اس لیے کہ غلو کبھی غیر حق پر ہوتا ہے اور کبھی حق پر جیسا کہ کلامی مباحث میں نہایت غور و فکر کرنا۔"

علامہ محمود آلوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وقال بعض المحققين: إنه للتقييد، وما ذكره الراغب غير مسلم، فإن الغلو قد يكون غير حق، وقد يكون حقا كالتعمق في المباحث الكلامية(۲۸)

"اور بعض محققین نے کہا یہ غیر الحق صفت تاکید کے لیے نہیں بلکہ تقیید کے لیے ہے۔ اور جو امام راغب نے کہا وہ قابل تسلیم نہیں ہے۔ اس لیے کہ غلو کبھی ناحق ہوتا ہے۔ اور کبھی حق پر ہوتا ہے جیسا کہ کلامی مباحث میں بہت زیادہ گہرائی میں جانا پڑتا ہے۔"

مذکورہ بالا بحث کو نکات کی صورت میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(الف) امام راغبؒ وغیرہ کی رائے میں " غَیْرَ الْحَقِّ " مصدر محذوف "غلو" کی صفت تاکید کے لیے لائی گئی ہے۔ اس لیے کہ غلو ناحق ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا حق پر غلو کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

(ب) غَیْرَ الْحَقِّ یہ مصدر محذوف "غلو" کی صفت تقیید کے لیے ہے۔ یعنی ناحق غلو نہ کرو۔ اور حق پر غلو اس سے خارج ہے اس کی ممانعت نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلو کی دو قسمیں ہیں جیسا کہ امام زمخشریؒ و دیگر اہل علم کا مؤقف ہے۔

(ج) بعض محققین نے امام راغب کے اس قول کو تسلیم نہیں کیا۔ ان کے ہاں غَیْرَ الْحَقِّ، غلو مصدر محذوف کی صفت، تقیید کے لیے ہے۔ اور مقصود صرف "غلو ناحق" کی نفی ہے۔ لہٰذا غلو حق کا اثبات ہو رہا ہے اور وہ جائز ہوگا جیسا کہ علم الکلام سے متعلقہ مباحث میں بہت زیادہ غور و فکر ہوتا ہے۔

علامہ آلوسیؒ کا اعتراض

علامہ آلوسیؒ نے اسی بحث میں امام زمخشریؒ کی بیان کردہ غلو کی اقسام بیان کر کے غلو حق کی مثال پر اعتراض اٹھایا ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

وقد يناقش فيه على ما فيه من الغلو في التمثيل بأن الغلو المجاوزة عن الحد، ولا مجاوزة عنه ما لم يخرج عن الدين، وما ذكر ليس خروجا عنه حتى يكون غلوا(۲۹)

"اور تحقیق زمخشریؒ نے غلو میں جو مثال دی ہے اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ غلو کہتے ہیں حد سے تجاوز کرنا اور جب تک دین سے خروج نہ ہو جائے اس وقت تک تجاوز کرنا نہیں پایا جاتا اور زمخشری نے جو ذکر کیا ان میں دین سے خروج نہیں ہوتا کہ اس کو غلو کہا جائے۔"

جواب

علامہ آلوسیؒ کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر غلو میں دین سے خروج پایا جائے اس لیے کہ دین کے اثبات اور توضیح اور اجتہادی و کلامی مسائل میں حد سے زیادہ غور و فکر ہوتا ہے اور ان کے مقابلے میں دیگر

مسائل میں ایسی کیفیت وحالت نہیں ہوتی تو ان کے مقابلے میں پہلے قسم کے مسائل میں غور وفکر اور تعمق غلو حق ہی کہلائے گا۔ اس لیے کہ نفس غلو تو ان میں پایا ہی جا رہا ہے۔

بہر کیف اگر بغور دیکھا جائے تو علماء کی یہ بحث محض تعبیر کا فرق ہے۔ اس لیے کہ جو علماء "غلو فی الحق" کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے ہاں بھی یہ اس صورت کے ساتھ مشروط ہے کہ "غلو حق ہو اور شریعت کے دائرہ کار اور حد بندی سے تجاوز نہ ہو۔" جیسا کہ زمخشریؒ ودیگر ائمہ کی غلو حق میں دی گئی مثالوں سے واضح ہو رہا ہے کہ ان میں غلو ہے مگر دین سے خروج نہیں ہو رہا، اور جو کہتے ہیں کہ غلو " باطل" میں یا ناحق ہی ہوتا ہے ان کا مطلب "دینی کاموں میں حد سے تجاوز نہ ہو تو وہ غلو نہیں کہلاتا۔"

یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ امام زمخشریؒ وغیرہ نے جن امور کو "غلو حق" میں شمار کیا ہے وہ "نفس غلو" کے اعتبار سے ہے، "غلو اصطلاحی" مراد نہیں ہے۔ اور امام راغبؒ وغیرہ کے ہاں "غلو اصطلاحی" مراد ہے اور وہ حق میں ہو یا باطل میں ہو منع ہے۔ بہر کیف یہ لفظی بحث ہے۔ مذکورہ بالا بحث کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ قرآن وسنت میں جس غلو اور انتہا پسندی کی ممانعت ہے وہ "غلو باطل" ہے۔

واضح رہے کہ دین کی تمام مطلوبہ باتوں پر عمل کرنا غلو میں داخل نہ ہو گا۔ مثلاً بنیادی عقائد اسلام (۳۰) جمیع پر ایمان رکھنا ضروری ہے بعض پر ایمان رکھنا کافی نہیں ہے۔ اسی طرح ارکان اسلام میں شہادتین، نماز، روزہ، حج، زکوۃ شامل ہیں (۳۱) تو ان تمام پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص پورے دین پر عمل کرے تو اسے انتہا پسند نہیں کہا جائے گا۔ اس لیے کہ یہ بات شرعاً مطلوب ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (۳۲)

"مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔"

امام ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يقول الله تعالى آمرا عباده المؤمنين به المصدقين برسوله أن يأخذوا بجميع عرى الإسلام وشرائعه، والعمل بجميع أوامره، وترك جميع زواجره، ما استطاعوا من ذلك، قال العوفي، عن ابن عباس ومجاهد وطاوس والضحاك وعكرمة وقتادة والسدي وابن زيد في قوله ادخلوا في السلم يعني الإسلام (۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اوپر ایمان لانے والوں اور اپنے نبی کی تصدیق کرنے والوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ وہ کل احکام کو بجالائیں کل ممنوعات سے بچ جائیں کامل شریعت پر عمل کریں۔ مختلف مفسرین نے کہا ہے کہ آیت ادخلوا في السلم میں سلم سے مراد اسلام ہے۔

لہٰذا جو شخص پورے دین پر عمل کرے اور جملہ احکامات کو بجالائے تو وہ "انتہا پسند" نہیں کہلائے گا۔ قرآن کریم نے یہود کی مذمت بیان کی ہے کہ وہ "تورات" کے بعض احکامات کو مانتے تھے اور بعض کا انکار کرتے تھے جو کہ شرعاً ممنوع تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (۳۴)

"کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے منکر ہوتے ہو۔"

یہ ایک جرم تھا جس کی دو سزائیں بیان کی گئیں، دنیا میں ذلت و رسوائی کا سامنا اور آخرت میں سخت عذاب ہو گا۔ ارشاد ربانی ہے:

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۳۵)

"سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں، اور اللہ بے خبر نہیں تمھارے کاموں سے۔"

علامہ شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی بعض احکام کو مانے اور بعض کا انکار کرے۔ اس لیے کہ ایمان کا تجزیہ تو ممکن نہیں تو اب بعض احکام کا انکار کرنے والا بھی کافر مطلق ہو گا۔ صرف بعض احکام پر ایمان لانے سے کچھ بھی ایمان نصیب نہ ہو گا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی شخص بعض احکام شرعیہ کی تو متابعت کرے اور جو حکم کہ اس کی طبیعت یا عبادت یا غرض کے خلاف ہو اس کے قبول میں قصور کرے تو بعض احکام کی متابعت اس کو کچھ نفع نہیں دے سکتی۔"(۳۶)

معلوم ہوا بعض احکام شرعیہ کی تعمیل اور دیگر بعض کا ترک دنیاوی و اخروی لحاظ سے نقصان دہ ہے۔ اور اگر بعض احکام شرعیہ کو مان لیا اور جو احکام طبیعت اور خواہش کے مطابق نہ تھے ان کا انکار کر دیا تو یہ معاذ اللہ کفر ہے۔ اس لیے کہ جمیع احکام شرعیہ پر ایمان ضروری ہے۔ ایمان چونکہ تجزی (ٹکڑوں) کو قبول نہیں کرتا اس لیے بعض پر ایمان اور بعض کا انکار معتبر نہیں ہے۔

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ قرآن کریم میں انتہا پسندی (غلو باطل) کی ممانعت ہے۔ شریعت اسلامیہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے جو کام ہو گا وہ انتہا پسندی نہیں کہلائے اور جو اس سے متجاوز ہو گا وہ انتہا پسندی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو معتدل بنایا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۳۷)

"اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تا کہ تم ہو گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔"

ایک مقام پر فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ [۳۸]

"بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال کا حکم دیتا ہے۔"

امام صنعانیؒ (م ۱۱۸۲ھ) لکھتے ہیں:

أي بالتوسط في كل أمر قصده العبد ولذا نهى عن الغلو في الدين [۳۹]

"یعنی ہر کام میں اعتدال ہو جس کا بندہ ارادہ کرے اور اسی لیے غلو فی الدین کی ممانعت آئی ہے۔"

اس لیے امت مسلمہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام معاملات میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لے اور ہر قسم کی انتہا پسندی سے دور رہے۔

مذہبی انتہا پسندی احادیث کی روشنی میں

احادیث مبارکہ میں بھی "غلو فی الدین" کی ممانعت آئی ہے اور انتہا پسندی سے منع کیا گیا ہے۔ اس لیے عوام کے سامنے ان احادیث کی خوب وضاحت ہونی چاہیے کہ انتہا پسندانہ رویوں کی احادیث مبارکہ میں حوصلہ شکنی کی گئی ہے اور اعتدال پسندی مطلوب ہے تا کہ معاشرے میں رائج انتہا پسندی کا تدارک ہو سکے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ [۴۰]

"اور تم دین میں انتہا پسندی سے بچنا کیونکہ تم سے قبل کی امتیں دین میں غلو (انتہا پسندی) اختیار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔"

امام ابن بطالؒ (م ۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

أن الغلو فى الدين مذموم والتشديد فيه غير محمود [۴۱]

"تحقیق غلو فی الدین مذموم ہے اور اس میں سختی کرنا ناپسندیدہ ہے۔"

علامہ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

عام في جميع أنواع الغلو، في الاعتقاد والأعمال [۴۲]

"یہ حدیث عقائد اور اعمال میں غلو کی تمام انواع کو شامل ہے۔"

عقائد میں غلو کی بڑی واضح مثال یہود و نصاریٰ کا طرز عمل ہے کہ انھوں نے حضرت عزیزؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔[۴۳] اسی طرح امت مسلمہ کے بعض افراد جو قبر پرستی اور مزارات کو سجدے کر رہے ہیں یا عقائد کی قرآن و سنت کو چھوڑ کر من پسند توضیح و تشریح کر رہے ہیں یہ بھی غلو فی العقائد ہے جو کہ قابل مذمت ہے۔

اسی طرح نصاریٰ نے عمل میں غلو کرتے ہوئے ایسے احکامات اپنے اوپر لازم کر لیے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

نہیں تھے اور پھر ان کو نباہ بھی نہ سکے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (۴۴)

"اور ترک دنیا جو انھوں نے خود ایجاد کی ہم نے وہ ان پر فرض نہیں کی تھی مگر انھوں نے رضائے الہٰی حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا پس اسے نباہ نہ سکے جیسے نباہنا چاہیے تھا۔"

امت مسلمہ میں بھی بہت سے ایسے اعمال پائے جاتے ہیں جن کا شرعاً ثبوت اور وجود نہیں ہے مگر ان کو عین ثواب سمجھ کر کیا جارہا ہے تو یہ عمل میں "غلو" ہے۔ چونکہ غلو کرنے والا بہت سے کاموں کو باعث اجر و ثواب سمجھ کر اد اکرتا ہے حالانکہ شرعاً وہ کام ناجائز اور غلط ہوتا ہے اسی لیے آپ ﷺ نے غلو کرنے والوں کے بارے میں وعید بیان فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا:

هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ (۴۵)

"غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے۔"

امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ» أي المتعمقون الغالون المجاوزون الحدود في أقوالهم وأفعالهم (۴۶)

"یعنی وہ لوگ جو بہت زیادہ غلو کرنے والے اور اقوال وافعال میں حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

المتنطعون جمع متنطع وهو المبالغ في الأمر قولا وفعلا (۴۷)

"متنطعون متنطع کی جمع ہے اور اس کا مطلب کسی بھی معاملے میں قول اور فعل کے ذریعے مبالغہ کرنے والا۔"

دین کے جمیع احکامات اور جملہ معاملات میں انتہاپسندی سے منع کیا گیا اور اعتدال و میانہ روی کا حکم دیا۔ ایک حدیث میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

سَدِّدُوا (۴۸)

"کہ اعتدال اختیار کرو۔"

دوستی اور دشمنی کے معاملات میں بھی انتہاپسندی سے منع کیا ہے اور اعتدال و میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْمًا مَا (۴۹)

"اپنے دوست کے ساتھ میانہ روی کا معاملہ رکھو۔ شاید کسی دن وہ تمھارا دشمن بن جائے اور دشمن کے ساتھ دشمنی میں بھی میانہ روی ہی رکھو کیونکہ ممکن ہے کہ کل وہی تمھارا دوست بن جائے۔"

عصر حاضر میں دینی معاملات کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ سننے والا محسوس کرتا ہے شاید اس کے لیے اس پر عمل کرنا دشوار ہو۔ یا کوئی کسی گناہ میں مبتلا ہو تو اس کو ایسے تنبیہ کی جاتی ہے گویا اس کی بخشش بہت مشکل ہے۔ دین میں آسانیاں رکھی گئی ہیں آج اس انتہاپسندانہ رویہ کی وجہ سے دینی احکامات پر عمل دشوار لگتا ہے جبکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ (۵۰)

"دین بہت آسان ہے۔"

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا، وَلاَ تُنَفِّرُوا (۵۱)

"آسانی کرو اور سختی نہ کرو، لوگوں کو خوش خبری سناؤ اور تنفر نہ کرو۔"

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے آکر عرض کیا (۵۲) ہو سکتا ہے کہ میں باجماعت نماز نہ ادا کر سکوں، کیونکہ فلاں شخص (۵۳) ہمیں بہت طویل نماز پڑھایا کرتا ہے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ کبھی نبی کریم ﷺ کو غصے میں نہیں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا:

فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ مُنَفِّرُونَ، فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ المَرِيضَ، وَالضَّعِيفَ، وَذَا الحَاجَةِ (۵۴)

"آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم ایسی سختیاں کر کے لوگوں کو دین سے نفرت دلاتے ہو، دیکھو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے اس لیے کہ مقتدیوں میں مریض بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی ہوتے ہیں اور ضرورت والے بھی ہوتے ہیں۔"

علامہ کرمانیؒ (م ۷۸۶ھ) اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

إِنَّكُمْ مُنَفِّرُونَ أي عن الجماعات والأمور الإسلامية وخاطب الكل ولم يعين المطول كرما ولطفا عليه وكان هذه عادته حيث ما كان يخصص العتاب والتأديب لمن يستحقه حتي لا يحصل له الخجل (۵۵)

"تم لوگوں کو تنفر کرتے ہو جماعات اور اسلامی امور سے، آپ ﷺ نے یہ بات سب کو مخاطب کر کے کہی اس شخص کا نام نہیں لیا جو لمبی نماز پڑھاتا تھا اس پر شفقت و کرم کرتے ہوئے، اور یہ آپ کی عادت تھی کہ جو ڈانٹ ڈپٹ اور تادیب کا مستحق ہوتا تھا اس کی تخصیص نہیں کرتے تھے تاکہ اس کو شرمندگی نہ ہو۔"

نماز میں طویل قرأت کرنا ممنوع نہیں ہے، اکیلا آدمی ہو یا مقتدیوں میں سے کسی کو عذر نہ ہو تو طویل قرأت کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر کسی کو تکلیف یا عذر کا سامنا ہو تو پھر اس کی ممانعت ہے۔ چونکہ اس طرز پر نماز باجماعت کی ادائیگی معذوروں کے لیے پابندئ جماعت میں حارج ہو رہی تھی اس لیے آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا اور کمال شفقت

دیکھیے کہ امام کا نام لیے بغیر تمام افراد کو مخاطب کر کے تنبیہ کی تا کہ حقیقی اور اصل مخاطب شرمسار نہ ہو اور آپ ﷺ کا تادیب میں یہی اسلوب کارفرما تھا۔

آپ ﷺ کو اگر دو کاموں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کی نوبت آتی تو آسانی اور سہولت والے کام کو اختیار کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ (٥٦)

"کہ نبی ﷺ کو جب دو کاموں میں سے ایک کام کرنے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے تھے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا ہو اور اگر گناہ کا کام ہوتا تو آپ ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر اس کام سے دور رہتے۔"

اس حدیث کی تشریح میں شارحین حدیث کی بحث ہوئی ہے کہ امرین کا اختیار دینے والا کون تھا۔؟ اور ان کا تعلق دینی معاملات سے تھا یا دنیاوی معاملات سے تھا؟

اگر دینی معاملات سے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ تخییر منجانب اللہ تھی تو اس پر ایک بڑا وزنی سوال ہو گا کہ اگر وہ دونوں معاملے دینی تھے تو ان میں ایک گناہ کا کام کیسے ہو گیا؟

اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو ایسی دو چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پسند کر لینے کا اختیار کیسے دیا جا سکتا تھا جس میں سے کوئی بھی ایک چیز گناہ کا موجب ہوتی؟ امام ابن بطالؒ (م ۴۴۹ھ) کی رائے یہ ہے کہ ان کا تعلق دنیاوی معاملات سے تھا۔ (۵۷)

امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) کی بھی یہی رائے ہے۔ کہ امرین کا تعلق دنیاوی امور سے ہے۔ اور اس پر قرینہ حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ ہیں۔ **مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا** (جب تک کہ وہ کام گناہ نہ ہوتا) اس لیے کہ دینی کاموں میں گناہ نہیں ہوتا۔ اگر آسان کام میں گناہ کا اندیشہ ہوتا تو پھر مشقت والے کام کو اختیار کرتے تا کہ گناہ کا ارتکاب نہ ہو (۵۸) معلوم ہوا امرین کا تعلق دنیاوی امور سے ہے۔

رہا یہ سوال کہ یہ اختیار کس کی جانب سے تھا۔ تو اس کا جواب بھی معلوم ہو گیا کہ جب ان معاملات کا تعلق دنیاوی امور سے تھا تو وہ بندوں کی طرف سے تھا۔ اس میں پھر بحث ہوئی کہ وہ بندے کفار میں سے تھے یا اصحاب رسول ﷺ تھے؟

اگر یہ اختیار کفار کی طرف سے تھا تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ دو کاموں میں سے ایک ضرور گناہ کا موجب بنتا اس لیے کہ کفار سے گناہوں کا صدور ممکن ہے وہ تو شریعت کے پابند نہیں ہیں۔ اور اگر یہ اختیار مسلمانوں کی طرف سے تھا تو اس کا مطلب وہ کام جو گناہ تو نہیں ہے مگر اس کا باعث ہو سکتا تھا۔ (۵۹)

بعض اہل علم کا موقف یہ ہے کہ اگر یہ اختیار اللہ تعالی کی طرف سے ہو تو اس سے مراد گناہ نہیں ہو گا بلکہ وہ چیز جو گناہ تک پہنچا سکتی ہو مثلاً عبادات میں مجاہدہ اور میانہ روی کا اختیار ملنا، اگر چہ دینی کاموں میں مجاہدے معصیت نہیں ہے لیکن اگر مجاہدہ میں اتنی شدت اور سختی کی جائے کہ نوبت ہلاکت تک پہنچ جائے تو یہ ممنوع ہو گا۔ (۶۰)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو اختیار ملنے کی مزید صورتیں بھی اہل علم نے بیان کی ہیں کہ جن کا تعلق آپ ﷺ کی ذات اقدس سے نہیں بلکہ امت سے ہے۔ چنانچہ قاضی عیاضؒ (م ۵۴۴ھ) نے ان کو بیان کیا ہے جن کا مفہوم درج ذیل ہے۔

۱۔ کہ اپنی امت کے حق میں کسی گناہ کی ان دو سزاؤں میں سے ایک کا انتخاب کر لیجیے۔ تو آپ ﷺ نے امت کے حق میں ہلکی تھی اس کو اختیار کر لیا۔

۲۔ یا اس بات کا اختیار ملا کہ گرفتار ہو کر آنے والے کفار کو چاہے قتل کر دیں اور مناسب سمجھیں تو جزیہ لے لیں، ان میں جزیہ والی صورت میں آسانی تھی آپ ﷺ نے اس کو اختیار کر لیا۔

۳۔ آپ ﷺ کو امت کے حق میں یہ اختیار دیا کہ اللہ تعالی کی عبادت میں مجاہدہ یا میانہ روی میں سے جو چاہتے ہیں وہ منتخب کر لیں آپ ﷺ نے میانہ روی کا انتخاب کیا کیونکہ اس میں امت کے حق میں سہولت ہے۔ (۶۱)

بہر کیف آپ ﷺ کے اس طرز عمل سے معلوم ہوا کہ آسان اور سہولت والا ایسا معاملہ اختیار کرنا چاہیے جو گناہ کا باعث نہ ہو اور تمام معاملات میں میانہ روی معتبر ہے۔ دور نبوی ﷺ کا مشہور واقعہ ہے:

"تین آدمی تھے، ان میں سے ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا ہمیشہ روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا میں نکاح نہیں کروں گا اور ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں ہو گا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگوں نے یوں یوں کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے تمھاری بہ نسبت بہت زیادہ ڈرنے والا اور خوف کھانے والا ہوں، پھر بھی روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور ساتھ ساتھ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، یاد رکھو جو میری سنت سے روگردانی کرے گا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔" (۶۲)

چونکہ اس طریقے سے عبادات وغیرہ کی ادائیگی شرعاً مطلوب نہیں ہے اس لیے آپ ﷺ نے سختی سے منع کیا اور اس کی مذمت کی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

أن الغلو ومجاوزة القصد في العبادة وغيرها مذموم (۶۳)

"تحقیق غلو اور میانہ روی سے تجاوز کرنا عبادات وغیرہ میں مذموم ہے۔"

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

ان الغلو في العبادة والافراط في الطاعة على وجه تخرج به عن الحد الذي حده والمقدار الذي

قدرہ ممنوع منہ منہی عنہ (۶۴)

"عبادت اور نیکی کے کاموں میں غلو اور افراط کرتے ہوئے اس حد اور مقدار سے نکل جانا، جو شریعت نے مقرر کی ممنوع ہے۔"

معلوم ہوا کوئی بھی دینی معاملہ ہو عبادات سے متعلق ہو یا طاعات سے اس میں شریعت کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ تین صحابیوں کا واقعہ اوپر گزرا کہ آپ ﷺ نے انہیں عبادات میں افراط سے منع کیا کیونکہ اس میں انتہا پسندی کی طرف رجحان ہو رہا تھا۔

ایک اور واقعہ حدیث میں مذکور ہے جس سے اعتدال پسندی کا سبق ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فرمایا "اے عبد اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو کھڑے ہو جاتے ہو۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہو تو رات کو سویا بھی کرو، اس لیے کہ:

فَإِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیکَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَینِکَ عَلَیکَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیکَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِکَ عَلَیکَ حَقًّا (۶۵)

"بے شک تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے۔ اور تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی اور مہمان کا تجھ پر حق ہے۔"

انسان جب انتہا پسندی کی طرف مائل ہوتا ہے تو وہ رفتہ رفتہ ان تمام حقوق کی ادائیگی سے دور ہوتا جاتا ہے جو اس کے ذمے ہوتے ہیں اس لیے شرعاً ایسے طرز عمل کے اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ: کُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیسَ لَنَا نِسَاءٌ، فَقُلْنَا: یَا رَسُولَ اللهِ، أَلاَ نَسْتَخْصِی؟ فَنَهَانَا عَنْ ذَلِکَ (۶۶)

"کہ ہم رسول ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے تھے، اس وقت ہماری بیویاں نہ تھیں، تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم خصی ہو جائیں، تو آپ ﷺ نے اس سے ہمیں منع فرمایا۔"

چونکہ یہ ایک شدت پر مبنی انتہائی قدم تھا اس لیے آپ ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں جس کا مفہوم درج ذیل ہے:

"اس حدیث میں جو نہی بیان ہوئی ہے وہ وہ تحریمی ہے یعنی یہ قدم اٹھانا حرام ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سے نقصانات اور مفاسد ہیں، مثلاً اپنی جان کو اذیت میں مبتلا کرنا، ضرر کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ، قوت مردانہ کا خاتمہ، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی، اور نعمت کا انکار اس لیے کہ اللہ تعالی نے مرد کے روپ میں پیدا کر کے

انعام عظیم کیا جب یہ صلاحیت زائل کر دی جائے گی تو عورتوں سے مشابہت ہو گی اور نیز ایک کمال والی حالت سے نقص والی حالت کا اختیار کرنا۔ ان وجوہ سے آپ ﷺ نے خصی ہونے سے منع فرمایا۔" (۶۷)

حدیث مبارکہ میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے جہاں غلو اور انتہا پسندی کے اثرات دیکھے تو فوری اس سے منع کیا۔ اس لیے دینی و مذہبی تعلیم اور وعظ و نصیحت کے وقت ان تمام روایات کو نہ صرف کھول کھول کر بیان کیا جائے بلکہ اس کا اطلاق آج کی صورت حال پر کر کے ذہن سازی کی جائے اور یہ بات ذہن نشین کرادی جائے کہ وہی کام شرعاً موجب اجر و ثواب ہو گا جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو گا جو شرعی حدود و قیود سے متجاوز ہو گا وہ شدت پسندانہ کہلائے گا جو کہ باعث مذمت ہے۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ انتہا پسندی جس کے لیے غلو کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، کسی چیز کی اصل حیثیت سے تجاوز کرنے اور حد سے آگے بڑھ جانے کا نام ہے۔ بعض ائمہ نے "غلو" کی دو قسمیں بیان کی ہیں: غلو حق اور غلو باطل۔ جبکہ دیگر بعض اہل علم کے ہاں غلو حق کا کوئی مطلب نہیں ہے بلکہ غلو "ناحق" ہی ہوتا ہے۔ جن میں امام راغبؒ، قاضی شہاب الدینؒ، قاضی ثناء اللہؒ، علامہ آلوسیؒ و مفتی محمد شفیعؒ شامل ہیں۔ بہر کیف اگر بغور دیکھا جائے تو علماء کی یہ بحث محض تعبیر کا فرق ہے۔ غلو یہود و نصاریٰ کے عقائد و اعمال میں بھی پایا جاتا ہے جس کی اسلامی تعلیمات میں مذمت کی گئی۔ اسلام میانہ روی اور اعتدال کا مذہب ہے، جو شخص اسلامی تعلیمات میں غور کرے گا چاہے وہ قرآنی آیات ہوں یا احادیث ہوں، وہ محسوس کرے گا کہ اسلامی احکام کی بنیادیں میانہ روی، اعتدال، سہولت اور کشادگی پر قائم ہیں اور تشدد، تعذیب اور انتہا پسندی کا اس سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسلام نے ہر طرح کے غلو اور انتہا پسندی کی مذمت کی ہے، غلو کی ہر قسم سے ڈرایا ہے اور اس سے مسلمانوں کو ہر حال میں بچنے کی تاکید کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الراغب الاصفہانی، ابوالقاسم، الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دارالقلم بیروت، ۱۴۱۲ھ، ج۱، ص ۶۱۳

۲۔ ایضاً، تفسیر الراغب الاصفہانی، کلیۃ الآداب، جامعہ طنطا، ۱۴۲۰ھ، ج۴، ص ۲۳۸

3. Oxford Advanced Learner's Dictionary of Current English A S Hornby ,seventh edition Oxford University Press,P.541

۴۔ الرازی، فخر الدین، محمد بن عمر بن الحسن، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۰ھ، ج۱۲، ص ۴۱۱

۵۔ التوبہ: ۳۰

٦۔ ایضاً

٧۔ المائدۃ:١٨

٨۔ ایضاً

٩۔ البقرہ:١١٣

١٠۔ النساء:١٧١

١١۔ ابن جوزی، عبد الرحمن بن علی، ابو الفرج، زاد المسیر فی علم التفسیر، دار الکتاب العربی بیروت، ١٤٢٢ھ، ج١، ص٥٠١

١٢۔ القرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، ابو عبد اللہ، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریۃ القاہرہ، ١٣٨٤ھ، ج٦، ص٢١

١٣۔ المظہری، محمد ثناء اللہ، القاضی، التفسیر المظہری، مکتبۃ الرشدیہ، ١٤١٢ھ، ج٢، ص٢٧٩

١٤۔ القاسمی، جمال الدین بن محمد، محاسن التاویل، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٨ھ، ج٣، ص٤٧٧

١٥۔ المائدہ:٧٧

١٦۔ الزمخشری، محمود بن عمرو، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی بیروت، ١٤٠٧ھ، ج١، ص٦٦٦

١٧۔ ایضاً، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج١، ص٦٦٦

١٨۔ الرازی، مفاتیح الغیب، ج١٢، ص٤١١

١٩۔ السمین الحلبی، احمد بن یوسف، ابو العباس، الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون، دار القلم دمشق، ج٤، ص٣٨٠

٢٠۔ القمی النیشا پوری، نظام الدین الحسن بن محمد، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ١٤١٦ھ، ج٢، ص٦٢٤

٢١۔ الشوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر، دار ابن کثیر بیروت، ١٤١٤ھ، ج٢، ص٧٥

٢٢۔ ابو حیان محمد بن یوسف، البحر المحیط فی التفسیر، دار الفکر بیروت، ١٤٢٠ھ، ج٤، ص٣٣٥
النعمانی، عمر بن علی، ابو حفص، اللباب فی علوم الکتاب، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ١٤١٩ھ، ج٧، ص٤٦٦؛ الخطیب الشربینی، محمد بن احمد، السراج المنیر فی الاعانۃ علی معرفۃ بعض معانی کلام ربنا الحکیم الخبیر، القاہرہ، مطبعۃ بولاق الامیریۃ، ١٢٨٥ھ، ج١، ص٣٩٠؛ نووی الجاوی، محمد بن عمر، مراح لبید لکشف معانی القرآن المجید، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ١٤١٧ھ، ج١، ص٢٨٦؛ القاسمی، جمال الدین، محاسن التاویل، ج٤، ص٢١٨

٢٣۔ آلوسی، محمود بن عبد اللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ١٤١٥ھ، ج٣، ص ٣٧٥

٢٤۔ الخفاجی، شہاب الدین، احمد بن محمد، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی، دار صادر بیروت، س ن، ج٣، ص ٢٧١

٢٥۔ ثناء اللہ، قاضی، المظہری، ج٣، ص١٥٠

٢٦۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، مکتبۂ معارف القرآن، ١٤٢٩ھ، ج٣، ص٢١٢

٢٧۔ الخفاجی، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی، ج٣، ص٢٧١

٢٨۔ آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج٣، ص٣٧٥

٢٩۔ ایضاً، ج٣، ص٣٧٥

۳۰۔ البقرہ:۱۷۷
۳۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، ج ۱، ص ۱۱
۳۲۔ البقرہ:۲۰۸
۳۳۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابو الفداء، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۹ھ، ج ۱، ص ۴۲۲
۳۴۔ البقرہ:۸۵
۳۵۔ ایضاً
۳۶۔ عثمانی، شبیر احمد، علامہ، تفسیر عثمانی، الطاف اینڈ سنز کراچی، ص ۱۷
۳۷۔ البقرہ:۱۴۳
۳۸۔ النحل:۹۰
۳۹۔ محمد بن اسماعیل بن صلاح، التنویر شرح جامع الصغیر، مکتبہ دار السلام الریاض، ۱۴۳۲ھ، ج ۳، ص ۲۴۳
۴۰۔ النسائی، احمد بن شعیب، ابو عبد الرحمن، السنن، حلب، المکتب المطبوعات الاسلامیۃ، ۱۴۰۶ھ، ج ۵، ص ۲۶۸
۴۱۔ ابن بطال، علی بن خلف، ابو الحسن، شرح صحیح البخاری لابن بطال، الریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ، ج ۸، ص ۴۰۵
۴۲۔ ابن تیمیہ الحرانی، ابو العباس، احمد بن عبد الحلیم، اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم، دار عالم الکتب بیروت، ۱۴۱۹ھ، ج ۱، ص ۲۳۸
۴۳۔ التوبہ:۳۰
۴۴۔ الحدید:۲۷
۴۵۔ مسلم بن الحجاج، ابو الحسن، الصحیح، دار احیاء التراث العربی بیروت، س ن، ج ۴، ص ۲۰۵۵
۴۶۔ النووی، یحیٰ بن شرف، ابو زکریا، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۲ھ، ج ۱۶، ص ۲۲۰
۴۷۔ العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱، ص ۱۹۶
۴۸۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج ۸، ص ۹۸
۴۹۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، السنن، مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ، مصر، ج ۴، ص ۳۶۰
۵۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۱۶
۵۱۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۲۵
۵۲۔ وہ صحابی حضرت حزم بن ابی کعب تھے۔ (فتح الباری، ج ۱، ص ۲۵۲)
۵۳۔ وہ صحابی حضرت معاذ بن جبل تھے۔ (فتح الباری، ج ۱، ص ۲۵۲)
۵۴۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۳۰
۵۵۔ الکرمانی، محمد بن یوسف، شمس الدین، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، ج ۲، ص ۷۹

۵۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج۴، ص۱۸۹
۵۷۔ ابن بطال، شرح صحیح البخاری، ج۸، ص۴۰۵؛ العینی، بدرالدین، محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، داراحیاء التراث العربی بیروت، س ن، ج۱۶، ص۱۱۲
۵۸۔ العینی، بدرالدین، محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۱۶، ص۱۱۲
۵۹۔ الکرمانی، محمد بن یوسف، شمس الدین، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، ج۲۲، ص۳
۶۰۔ الکرمانی، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، ج۲۲، ص۳
۶۱۔ عیاض بن موسیٰ، ابو الفضل، القاضی، اکمال المعلم بفوائد مسلم، دار الوفاء للطباعۃ والنشر والتوزیع مصر، ۱۴۱۹ھ، ج۷، ص۲۹۱
۶۲۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج۷، ص۲
۶۳۔ العسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، ج۱۰، ص۵۲۶
۶۴۔ الشوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر، دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج۲، ص۶۰۰
۶۵۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج۳، ص۳۹
۶۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج۷، ص۴
۶۷۔ العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۹، ص۱۱۹